صفت قدیر کا پر معارف بیان
نیز برازیل میں مشن کے قیام کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ /جنوری ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کی:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْ
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۳﴾ (الملک: ۲-۳)

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫
وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (التغابن: ۲)

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○
(آل عمران: ۱۹۰)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰی
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۱﴾ (المائدہ: ۱۲۱)

يَاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۲۰

(المائدہ:۲۰)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِى الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ‌ ؕ بِيَدِكَ الۡخَيۡرُ‌ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۲۷ (آل عمران:۲۷)

اور پھر فرمایا:

یہ قرآن کریم کی مختلف آیات جو مختلف سورتوں سے میں نے اخذ کی ہیں اور آج آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں پیشتر اس کے کہ میں اس غرض کو بیان کروں کہ کیوں میں نے ان آیات کا انتخاب کیا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نئے سال کا یہ پہلا جمعہ ہے یعنی 1986ء کا یا ہجری شمسی کے لحاظ سے 1365 کا یہ پہلا جمعہ ہے یہ عمومی دستور ہے کہ نئے سال پر مبارکباد بھی دی جاتی ہے اور جہاں تک کسی کے بس میں ہو تحائف بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ تو اس موقع پر میں اس رسم کو دینی رنگ دیتے ہوئے سب سے پہلے آپ سب کو یعنی تمام جماعت احمدیہ کو محبت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ یہ سال اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے جماعت احمدیہ ہی کے لئے نہیں تمام بنی نوع انسان کے لئے پہلے سال سے زیادہ بہتر بنائے اور جو مصائب اور مشکلات اور تکالیف کے زمانے گذشتہ سال نے دیکھے تھے وہ اپنے فضل سے اس آئندہ سال میں ٹال دے اور جن مصیبتوں نے گزشتہ سال میں جنم لیا تھا انہیں آگے بڑھنے سے پہلے ہی رد فرمادے اور وہ بے پھل کے مر جائیں اور جن نیکیوں نے گذشتہ سال میں جنم لیا تھا انہیں بھر پور پھل عطا فرمائے اور بکثرت مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

اسکے ساتھ ہی ایک اور تحفہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ نئے سال کا ایک رحمت کا پھل جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا اور وہ جماعت کی تاریخ میں ایک نئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جنوبی امریکہ میں پہلی مرتبہ جماعت احمدیہ کو باقاعدہ مشن کے قیام

کے لئے ایک بہت ہی موزوں جگہ خریدنے کی توفیق مل گئی ہے۔

جنوبی امریکہ کے ایک ملک برازیل میں جو بہت ہی بڑا ملک ہے۔اور اگر اس کا رقبہ امریکہ سے یا شمالی امریکہ سے بڑا نہیں تو اس کے قریب قریب ضرور ہے ۔اس ملک میں ریوڈی جنیرو (RIO DE JANEIRO) اسکا Capital یعنی مرکزی شہر ہے، دارالخلافہ ہے۔اس شہر کے ساتھ ایک Twin City ہے اور جس کا نام نیٹر ائے (NITEROI) ہے۔NITEROI اسی دارالخلافہ کا Twin City ہے اور ایک بہت بڑا پل سمندر کے اوپر سے گزرتا ہوا ان دوشہروں کو ملاتا ہے۔تو اس دوسرے شہر میں جو اسی دارالخلافہ کا عملاً ایک حصہ ہے ایک بہت ہی اچھا موقع کا رقبہ جس کا سائز 50,600 مربع میٹر ہے یعنی تقریباً ساڑھے بارہ ایکڑ ہے ۔اس کے متعلق گفت وشنید تو گزشتہ سال سے چل رہی تھی لیکن آج صبح فون پر اطلاع ملی ہے کہ باقاعدہ قانونی لحاظ سے Deed مکمل ہوگئی ہے اور سودا طے پا گیا ہے۔ یہ بہت ہی مناسب جگہ میں ایسی جگہ واقع ہے جہاں اس کے قریب ہی بالکل سوگز کے فاصلے پر ایک بہت بڑا ہوٹل ہے جس میں بکثرت Tourist آتے ہیں اور قریب ہی یعنی چند منٹ کے چلنے کے فاصلے پر ایک بہت بڑا نیشنل پارک ہے جو بہت ہی مقبول ہے اور تمام برازیل ہی سے نہیں بلکہ باہر سے آنے والے سیاح بھی اس پارک میں آتے ہیں۔اس لحاظ سے یہ رقبہ خدا کے فضل سے بہت ہی موقع کا ہے۔

کوئی پابندی نہیں ہے اس پر، مسجد کی عمارت کی تعمیر پر کوئی روک نہیں،کوئی مزید اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔مشن ہاؤس بنانے پر کوئی روک نہیں ہے اور ساتھ ہی دوکمرے کا ایک چھوٹا سا گھر جس میں کچن اور غسلخانہ وغیرہ سب شامل ہیں یہ بھی بنا ہوا مل گیا ہے۔اس سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے مبلغ کو وہاں ٹھہرنے میں آسانی ہوجائے گی۔ برازیل میں پہلا مشن تو عملاً پچھلے سال ہی کھولا گیا تھا جب کہ زمین ابھی خریدی نہیں گئی تھی مگر پھر بھی مشن کھول لیا گیا تھا۔تو یہ برکتیں دونوں سالوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔مگر اس لحاظ سے کہ جنوبی امریکہ میں پہلی دفعہ جماعت کو مسجد کے لئے جائیداد خریدنے کی توفیق عطا ہوئی ہے یہ نئے سال کا پہلا پھل ہے جو میں تحفۃً آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔اللہ تعالیٰ بہت برکت دے۔

یہ بہت ہی بڑا خطہ ہے اور کئی لحاظ سے جنوبی امریکہ کے مختلف ممالک اگر آج نہیں تو کل

غیر معمولی اہمیت اختیار کرنے والے ہیں۔اس علاقے کو دنیا نے بہت حد تک نظر انداز کئے رکھا ہے اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے بہت سے ذخائر اور دولتیں عطا کی ہیں یہ پرانی دنیا اور نئی دنیا کے مابین کا علاقہ کہلاتا ہے یعنی نہ Third World میں ہے نہ First World میں بلکہ ایسے ممالک ہیں جن کی نسل سفید فام ہے اکثر یعنی وہ لوگ یہاں قابض ہیں ویسے تو مقامی لوگ سفید فام نہیں جنکی نسل سفید فام ہے اور یہ زیادہ تر Latin (لاطینی) امریکہ کہلاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق سپین اور اٹلی اور پرتگال وغیرہ علاقوں سے ہے۔مگر ترقی کے لحاظ سے یہ وسیع ذرائع کے باوجود شمالی امریکہ اور کینیڈا سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔اس لئے یہ درمیان میں آجاتا ہے اور درمیان میں آنے کے بعد کچھ یہ بھی ان علاقوں کے ساتھ زیادتی ہوئی کہ دونوں طرف سے کئی جہت سے پیسا گیا ہے۔ اسوقت اتنے بڑے قرضے ہیں ان ممالک پر مغربی دنیا کے کہ بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان قرضوں سے یہ نجات پاسکیں۔اس لئے مغربی دنیا بھی اس کا استحصال کر رہی ہے اور مشرقی دنیا میں اشتراکیت پورا زور لگا رہی ہے کہ کسی طرح یہ علاقے اس کے قبضے میں آجائیں۔چنانچہ اس کے نتیجہ میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے اس تمام علاقے میں ۔یہ اپنی ذات میں ایک بہت ہی بڑا براعظم بنتا ہے، ویسے تو براعظم امریکہ کا حصہ کہلاتا ہے لیکن فی ذاتہ اتنا بڑا علاقہ ہے کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ایک ہی ملک کم وبیش شمالی امریکہ کے برابر بن جاتا ہے۔تو یہ جو مشرق اور مغرب کی دوڑ شروع ہوگئی ہے اسے اپنانے یا ہتھیانے کی۔اس دوڑ کے نتیجہ میں، اس جدوجہد کے نتیجہ میں ان ممالک کو جو اس علاقہ میں ہیں بہت ہی شدید نقصان پہنچا ہے۔

ایک اور بدقسمتی اس علاقے کی یہ ہے کہ جماعت احمدیہ بھی ان علاقوں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں دیر کر گئی۔مجبوریوں کی بناء پر، ہمارے ذرائع تھوڑے تھے۔ساری دنیا میں تبلیغ کرنی تھی اس لئے قصور کا سوال نہیں بے اختیاری کی وجہ تھی۔ویسے بھی چونکہ پس منظر میں پڑے ہوئے علاقے تھے۔اس لئے ان تک نظر بھی بعد میں پہنچی اور کوششیں بھی بعد میں پہنچیں۔لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ یہاں احمدیت نہیں پہنچی۔جہاں تک میرا علم ہے سب سے پہلے جو احمدی ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں وہ ہنگری کے احمدی تھے۔جب ہنگری میں انقلاب آیا ہے تو اس سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے یعنی جنگ عظیم سے پہلے ہی بہت کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ ہنگری میں نہ صرف متعارف ہوئی

بلکہ بکثرت لوگوں نے اسے قبول بھی کیا اور آج تک وہاں آثار باقیہ بھی ملتے ہیں ان احمدی مسلمانوں کے اور ہنگری میں جو بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں وہ سارے جانتے ہیں کہ احمدیت کیا ہے اور ان کے جو شعبے ہیں تعلیم کے اُن میں بھی احمدیت کے متعلق نہ صرف پوری واقفیت پائی جاتی ہے بلکہ وہ مزید چھان بین بھی کر رہے ہیں اس کے متعلق اور بعض احمدیوں سے جو پرانے ہنگری میں ہمارے کام کرنے والے تھے حکومت کی طرف سے یہ درخواست بھی پہنچی ہے احمدیوں تک کہ ہمیں مزید معلومات مہیا کی جائیں کیونکہ ہم ہنگری کی تاریخ میں جماعت احمدیہ نے جو کردار ادا کیا ہے اس کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔

بہر حال انقلاب اشتراکیت کے بعد جو احمدی وہاں سے بھاگے اور لوگوں کے ساتھ وہ بہت حد تک جنوبی امریکہ میں مختلف ملکوں میں آباد ہوئے اور رابطہ اگر چہ عموماً تو کٹ گیا لیکن کبھی کبھی ان میں سے کوئی چھٹی لکھ دیتا تھا قادیان یا پتہ کر کے ربوہ اور وہ تحریک جدید کے دفاتر تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس سے ان کے ساتھ رابطہ کی ایک صورت بن جاتی تھی۔ تو بہر حال Officialy رسمی طور پر باقاعدہ مشن کا آغاز گزشتہ سال ہوا ہے اور امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے مستقل بنیادوں پر مشن قائم کرنے کے لئے اور مسجد بنانے کے لئے زمین حاصل کر لی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے اور میں توقع رکھتا ہوں کہ یہ بارش کا پہلا قطرہ بہت دیر تک پہلا ایک ہی قطرہ نہیں رہے گا بلکہ بکثرت ایک موسلا دھار فضلوں کی بارش میں تبدیل ہو جائے گا۔

یہ آیات جن کا میں نے انتخاب کیا ہے یہ تمام کی تمام خدا تعالیٰ کی صفت قدیر سے تعلق رکھنے والی آیات ہیں۔ گزشتہ چند سال پہلے غالباً دو تین سال پہلے یا اڑھائی سال پہلے میں نے ربوہ میں خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس کا تعلق صفات باری تعالیٰ کے بیان سے تھا اور ایک کے بعد دوسری خدا تعالیٰ کی کوئی صفت چن کے قرآن کریم اور احادیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور فرمودات کی روشنی میں خدا تعالیٰ کی صفات کا بیان کرتا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ جب جماعت احمدیہ کو یہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ تو اس کا صحیح مفہوم بھی جماعت احمدیہ سمجھ سکے کہ یہ رنگ ہیں کیا اور ان میں رنگین کیسے ہوا جا سکتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

ع سر سے لے کر پاؤں تک وہ یار ہے مجھ میں نہاں

تو اس کا کیا مطلب ہے، کیسے خدا تعالیٰ کسی بندے کے سر سے پاؤں تک اس میں نہاں ہو سکتا ہے۔ جب ہم قرآن کریم میں یہ پڑھتے ہیں کہ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال:۱۸) کہ اے محمد! ﷺ تو نے وہ مٹھی کفار کی طرف نہیں پھینکی یعنی کنکریوں کی وہ مٹھی نہیں چلائی کفار کی طرف جو تو نے چلائی تھی بلکہ خدا نے وہ مٹھی چلائی تھی۔ جب ہم قرآن کریم میں یہ پڑھتے ہیں کہ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح:۱۱) کہ وہ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں ان پر محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہاتھ ہے مگر وہ محمد مصطفیٰ ؐ کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ آنحضرت ﷺ تو توحید کے گن گانے پر وقف تھے، کبھی دنیا میں ساری کائنات میں خدا کی وحدت کے ایسے عشق کے ساتھ ایسی محبت کے ساتھ، ایسی فدائیت اور وارفتگی کے ساتھ کسی نے خدا کی توحید کے گیت نہیں گائے جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے گائے۔ کبھی نبیوں کی کسی جماعت کو توحید کے قیام کے لئے ایسی عظیم الشان خدمت اور ایسی عظیم الشان اور وسیع قربانیوں کی توفیق نہیں ملی جیسے ان لوگوں کو جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ (الفتح:۳۰) محمد مصطفیٰ ﷺ ان کو بھی دیکھو کس شان کے نبی ہیں اور ان کو بھی دیکھو جو ان کی وجہ سے شان اختیار کر گئے وَالَّذِينَ مَعَهُ ان کے رنگ پکڑ گئے۔ یہ سب کیا معنی رکھتا ہے؟ جب یہ بھی ساتھ کہا جائے کہ محمد جو رسول اللہ ہیں ان کا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر نہیں اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر ہے۔ بظاہر تو یہ تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صفات باری تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو مختلف تحریرات میں نہایت ہی عارفانہ رنگ میں حل فرماتے ہیں اور ایک مثال یہ دیتے ہیں کہ جب لوہا آگ میں پڑتا ہے تو پہلے تو وہ تپتا ہے لیکن اس کا رنگ نہیں بدلتا بظاہر اس کی شکل وہی رہتی ہے جو پہلے تھی۔ صرف تم اس کی گرمی کو محسوس کرتے ہو لیکن پھر ایک ایسی حالت اس پر طاری ہو جاتی ہے کہ بالآخر اس کا اپنا کوئی وجود باقی نہیں رہتا بلکہ وہ آگ کی سیرت ہی نہیں آگ کی صورت بھی اختیار کر جاتا ہے۔ لوہا ہوتے ہوئے بھی وہ گویا ایک آگ کا منظر پیش کرتا ہے۔ آگ کی تصویر بن جاتا ہے، آگ کا وجود بن جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ

کے وہ بندے جو اپنے وجود کو خدا کی ذات میں پوری طرح گم کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کا کوئی بھی حصہ، کوئی بھی ملونی باقی نہیں رہنے دیتے ایسے بندوں پر خدا کی صفات جلوہ گر ہو جاتی ہیں اور جب وہ کامل طور پر اپنے اس بندے کو ڈھانپ لیں اور اس شدت کے ساتھ اس میں رچ بس جائیں کہ گویا اس کا اپنا وجود ختم ہو گیا تو ایسی صورت میں وہ بندہ خدا کا نمائندہ بن جاتا ہے۔اس کا بولنا خدا کا بولنا ہو جاتا ہے، اس کا دیکھنا خدا کا دیکھنا ہو جاتا ہے، اسکا سننا خدا کا سننا ہو جاتا ہے، اس کا چلنا خدا کا چلنا ہو جاتا ہے، اس کا اٹھنا خدا کا اٹھنا اور اس کا بیٹھنا خدا کا بیٹھنا ہو جاتا ہے۔یہی وہ محاورے ہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے صفات باری تعالیٰ کے بیان میں استعمال فرمائے اور خدا کے مومن بندوں کی مثال بعینہٖ اسی طرح پیش فرمائی کہ اُن کا اٹھنا بیٹھنا دوڑنا چلنا پھرنا سب خدا کا ہو جاتا ہے۔تو یہ کیسے ہوتا ہے جب تک ہم اس نظارے کو قریب سے نہ دیکھیں جب تک ہم ان حالات سے واقف نہ ہوں اس وقت تک یہ محض دور کی باتیں ہیں محض ایک ذہنی تعیش ہے کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو نعوذ باللہ من ذالک دنیا کی نگاہ میں خدا ہو گئے لیکن فی الحقیقت وہ خدا جیسے ہو گئے ان معنوں میں کہ انہوں نے خدا کی ہر صفت کو اپنی ہر صفت پر غالب کر دیا اپنے وجود کو خدا تعالیٰ کی ذات کی خاطر مٹا دیا۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم صفات باری تعالیٰ پر غور کریں اور یہ معلوم کریں کہ ایک لمحہ میں اچانک کوئی انسان خدا جیسا نہیں بن سکتا اور ہر انسان خدا کی ہر صفت میں اس شدت کے ساتھ خدا جیسا نہیں بن سکتا جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک امتیازی شان حاصل ہوئی مگر اس مضمون کو سمجھنے کے بعد ہم رفتہ رفتہ مختلف جہتوں سے خدا کی سمت میں حرکت کر سکتے ہیں اور اس مضمون کو زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (الذاریات:۵۱) کے الفاظ میں آیا ہے اللہ کی طرف دوڑو۔یہ آیات آپ بارہا تلاوت کرتے ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتی کہ پھر خدا کی طرف کیسے دوڑیں۔

پس صفات باری تعالیٰ کا بیان جب پوری طرح کھل کر ذہن نشین ہو جائے میری مراد یہ ہے کہ جس حد تک بھی انسان اپنی استطاعت رکھتا ہے کہ اس کے ذہن نشین خدا تعالیٰ کی صفات کا بیان ہو جائے۔پوری طرح کھل کر کا جو محاورہ میں نے استعمال کیا ہے وہ پوری طرح صادق نہیں

آ سکتا کیونکہ پوری طرح کھل کر تو صفات باری تعالیٰ کسی فرد بشر پر ظاہر نہیں ہو سکتیں سوائے اس کے کہ اس کی استعدادوں کی حد کمال تک اس پر ظاہر ہوں اور اس پہلو سے صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو انسانی استعدادوں کے لحاظ سے آخری حد تک خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھ سکے اور اُن کا عرفان حاصل فرمالیا۔

تو بہر حال یہ محاورے چونکہ انسانی زبان کی کمزوریوں کے بھی مظہر ہیں اس لئے بعض دفعہ محاورہ استعمال کرتے وقت انسان سمجھتا ہے کہ خدا کے ذکر میں یہ پوری طرح صادق نہیں آتا تو وقتاً فوقتاً مجھے یہ غلط فہمی جملہ معترضہ کے طور پر دور کرنی پڑتی ہے۔ بہر حال جس حد تک بھی ایک انسان خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ کو سمجھ سکتا ہے اسکو سمجھا جائے اور اس رنگ میں سمجھا جائے کہ دل متاثر ہو اور طبیعت میں ہیجان پیدا ہو اور دل اچھلے خدا کی محبت میں اس صفت حسنہ کو دیکھ کر اور اسے پا لینے کی تمنا دل میں پیدا ہو۔ یہ سلسلہ جب شروع ہو دل میں تو اس وقت انسان خدا کی طرف حرکت کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔ اگر ان باتوں سے، ان گلیوں سے، ان کوچوں سے کوئی واقف ہی نہ ہو تو محض یہ سننے سے کہ کوئی خدا کو پا گیا، کوئی خدا جیسا ہو گیا، کسی میں خدا جذب ہو گیا، کسی میں سر سے پاؤں تک نہاں ہو گیا، یہ سن کر ایک روحانی لطف تو آ جاتا ہے لیکن حقیقت حال میں صحیح معنوں میں انسان استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اب میں نے دوبارہ اسی سلسلہ کو ہاتھ میں لیا ہے جو بعض مجبوریوں کی بناء پر پیچھے چھوڑنا پڑا اور ممکن ہے کہ وقتاً فوقتاً پھر انقطاع کرنا پڑے لیکن جہاں تک بھی خدا توفیق عطا فرمائے گا انشاء اللہ اس سلسلہ کو آئندہ جاری رکھا جائے گا۔

خدا تعالیٰ کی صفات میں قدیر ایک بکثرت استعمال ہونے والی صفت ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اور اس کی دوسری شکلیں بھی ہیں جو قرآن کریم کی مختلف آیات میں ملتی ہیں۔ ایک ان میں قادر ہے اور ایک مقتدر۔ میں نے ان تین صفات کا جو ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھنے والی صفات ہیں اس پہلے خطبہ کے لئے انتخاب اس لئے کیا ہے کہ یہ جماعت احمدیہ کے لئے ایک نیک شگون بھی بن جائے۔ ہم خدائے قدیر کے نام سے نئے سال کا آغاز کریں، خدائے قادر کے نام سے نئے سال کا آغاز کریں اور خدائے مقتدر کے نام سے نئے سال کا آغاز کریں اور ان صفات کو پوری طرح سمجھ کر اپنی دعاؤں میں انہیں کثرت سے استعمال کریں اور اپنی ذات میں جس حد تک

بھی انسان کے لئے ممکن ہے ان صفات کا حلول کریں یعنی ان کو رائج کریں اپنی ذات کے اندر۔ کس حد تک ممکن ہے اس کا میں بعد میں بیان کروں گا اور پھر خدا سے توقع رکھیں کہ وہ جس حد تک خدا کے بندے قدیر اور قادر اور مقتدر بن سکتے ہیں اس حد تک ہمیں بھی وہ اپنی صفات کی برکت سے قدیر اور قادر اور مقتدر بنائے۔

لفظ قدیر پر جو لُغوی بحث ہے۔ سب سے پہلے تو مناسب ہوگا کہ اس سے متعلق میں کچھ احباب کو آگاہ کروں اور یہ جو سلسلہ ہے قدیر، قادر اور مقتدر پر گفتگو کا یہ چونکہ ایک خطبہ میں مکمل ہونا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اپنی طرف سے تو کوشش کی ہے کہ دو حصوں میں اس مضمون کو بانٹوں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ تیسرے خطبہ تک بھی اس کو ممتد کرنا پڑے۔ بہر حال یہ کوشش کروں گا کہ مضمون کو مختصر رکھتے ہوئے دو خطبوں کے اندر اسے سمیٹوں۔ قَدَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الاَمْرَ : قَضٰی وَحَکَمَ بِہٖ عَلَیہ اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے ایک بات کا فیصلہ فرمالیا۔ تو قدیر اس ذات کو کہتے ہیں جو فیصلہ کرتی ہے اور فیصلہ کی قوت رکھتی ہے ذاتی اور انسانوں میں اس پہلو سے ہر شخص قدیر نہیں ہوتا۔ کئی مشکل مقامات پر تو بڑے بڑے انسانوں کے لئے بھی فیصلے مشکل ہو جاتے ہیں لیکن بعض لوگ عام روزمرہ کی زندگی میں بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ یہ کریں یا وہ کریں (To be or not to be) یہ سوال مستقلاً ایک سوالیہ نشان بن کر ان کی زندگی کا عنوان بن جاتا ہے۔ اس لئے جب آپ خدا کو قدیر سمجھتے ہیں یعنی قطعی فیصلہ کرنے والا تو اس کی اس صفت کے قریب ہونا بھی آپ کے لئے ضروری ہے ورنہ ایک جھوٹے منہ کی تعریف ہوگی۔ تو مومن کا کام ہے کہ وہ خدا کی یہ صفت اختیار کرے کہ فیصلہ کرنے کی قوت کو بڑھائے اور جب بھی دوٹوک باتیں سامنے ہوں جب بھی دوراہوں پر کھڑا ہو تو بعض ایسے اصولوں سے واقف ہو کہ جن کے نتیجہ میں وہ قطعی فیصلہ کر سکتا ہو اور قرآن کریم نے قدیر کو جن معنوں میں استعمال کیا ہے اس میں یہ بات سمجھنے میں بھی آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ فیصلے کی قوت کو کیسے بڑھایا جا سکتا ہے۔

پھر قَدَرَ الرِّزْقَ قَسَمَہ خدا تعالیٰ کے متعلق جب آتا ہے کہ اس نے قدر کیا رزق کو تو اس کا ایک معنی ہے کہ اس نے رزق کو تقسیم کیا اور قدیر کا معنی مستقلاً رزق کو تقسیم کرنے کا نظام جاری کرنے والا اور اس پر دنیا کو عمل پیرا کروانے والا ہے۔ یعنی جب سے کائنات بنی ہے جب سے رزق کی

ضرورت خدا کی مخلوقات کو پیش آئی ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ خدا کی ہر مخلوق کو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہو کسی نہ کسی رنگ میں رزق دیا جاتا ہے اور ایک بھی چیز فی ذاتہٖ قائم نہیں، وہ رزق کی محتاج ہے لیکن بے حساب رزق کی نہیں۔ یعنی بے حساب سے مراد ہے بے ترتیب رزق کی نہیں بلکہ رزق میں تقدیر کی ضرورت ہے۔ اگر رزق تناسب کی حد سے بڑھ جائے تب بھی نقصان دہ ہے۔ اگر رزق تناسب کی حد سے گر جائے تب بھی نقصان دہ ہے۔ تو قـدر الـرزق کا مطلب ہے تقسیم کیا گویا کہ قدیر وہ ذات ہے جو تمام کائنات میں رزق کی تقسیم کا نظام چلانے والی ہے اور چونکہ اس کا اقتدار سے بھی تعلق ہے اس لئے خدا کے مومن بندے جب بھی اقتدار پکڑتے ہیں تو وہ خدا کے رنگ میں قدیر بن جاتے ہیں یعنی خدا کی طرف سے دنیا کو رزق اس طرح تقسیم کرتے ہیں جیسے خدا تعالیٰ کا منشاء ہوا اور اپنی طرف سے تقسیم رزق کے قوانین نہیں بناتے یا بندوں کے بنائے ہوئے تقسیم رزق کے قوانین کی پیروی نہیں کرتے بلکہ خالصۃً اللہ کی قدیر ذات پر نگاہ رکھتے ہیں۔ ان اصولوں کو سمجھتے ہیں جن اصولوں کے پیش نظر تقسیم رزق کا انتظام کیا گیا اور انہیں اپنا کر اپنی طرف سے انہی اصولوں کو جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ضَيَّقَهٗ رزق تنگ کیا۔ قَدَرَ کا ایک یہ بھی معنی ہے وَقَدَرَ عَلَيه کا مطلب ہے کسی پر اس کا رزق محدود کر دیا تنگ کر دیا جس کی تلخی وہ محسوس کرنے لگے۔ تو بعض اوقات خدا کی طرف سے رزق تنگ بھی کیا جاتا ہے اور اس کے بہت سے مصالح ہیں، بہت سے اس کے پیچھے فلسفے ہیں جو کارفرما ہیں۔ تو خدا کے مومن بندے جب وہ قدیر بننا چاہتے ہیں تو صفت قدیر کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرتے اور بعض موقعوں پر وہ رزق کو تنگ بھی کرتے ہیں۔ اپنے لئے اپنے خاندان کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی لیکن وہ بھی محض للہ ہوتا ہے۔ مثلاً خدا کے نام پر جب کوئی تحریک کی جاتی ہے تو خدا کے مومن بندے جو اپنے گھر سے اپنے ہاتھوں سے رزق لے کر خدا کے حضور خدا کے کاموں کے لئے پیش کر دیتے ہیں۔ اپنے بچوں کا رزق لے کر، اپنی بیوی کا رزق لے کر، اپنے احباب کا رزق لے کر، اپنے عزیز و اقارب کا رزق لے کر۔ یعنی رزق تو ان کا ہی ہوتا ہے لیکن عموماً وہ ان چیزوں پر خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو ان سب جہتوں سے اپنے خرچ کو روک کر جب وہ خدا کی سمت رزق کو جاری کرتے ہیں، دینے والے کی طرف تو گویا وہ خدا کی طرف سے قدیر بن گئے۔ انہوں نے

اپنے رزق کو محدود کر دیا لیکن اعلیٰ مقاصد کے لئے اعلیٰ مصالح کی خاطر اور قومی لحاظ سے بھی بعض دفعہ خدا کے مومن بندوں کو ان معنوں میں بھی قدیر بننا پڑتا ہے اور بعض دفعہ اصلاح احوال کے لئے بھی ان کو قدیر بننا پڑتا ہے۔ بچوں کی تربیت کے لئے بھی ان کو قدیر بننا پڑتا ہے یعنی رزق بعض دفعہ بچوں کا اس غرض سے تنگ کیا جاتا ہے کہ ان کی عادتیں خراب نہ ہوں، ان کو آسائش کی زندگی کی عادت نہ پڑ جائے، ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو۔ ایسی باتیں جو بظاہر محبت کے تقاضوں کے خلاف ہیں کہ انسان اپنے بچے پر رزق تنگ کر دے۔ جب خدا کی صفات کو انسان سمجھتا ہے تو ایسی ہی باتوں کو اختیار بھی کر لیتا ہے اور صرف مومن کا سوال نہیں، صاحب فہم قومیں بھی خدا کی ان صفات کی نقالی کرتی ہیں خواہ براہ راست ان کو قرآن کریم کا عرفان نہ بھی حاصل ہو۔ چنانچہ دنیا کی قوموں میں ایسے ایسے عظیم الشان، دنیا کی نظر میں عظیم الشان لوگ موجود ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے بے انتہاء رزق کھولا ہوا ہے لیکن وہ اپنی اولاد کو پہلے تربیت کی خاطر رزق تنگ کر کے اپنے ہی کارخانوں میں اس طرح ملازم رکھتے ہیں کہ ان کو مزدوری بھی کرنی پڑتی ہے اور پھر مزدوری سے گذر کران کو اور سخت کام بھی کرنے پڑتے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان کو محسوس ہو کہ رزق کی تنگی کیا چیز ہے اور کس طرح رزق کمایا جاتا ہے۔ تو بہر حال قدیر کے بہت سے ایسے استعمالات ہیں جن کے ڈھنگ انسان خدا سے سیکھ سکتا ہے۔

قَدَرَ کا ایک معنی جَمَعَہٗ اکٹھا کر لیا، کسی چیز کو قابو میں کر لیا، کسی چیز کو جمع کر لیا اور کسی چیز کو کسی مقصد کی خاطر روک رکھا۔ اس کا تعلق بھی گہرا رزق کے ساتھ ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی کے رزق کو وسعت دیتا ہے تو بے محابا خرچ کو پسند نہیں فرماتا بلکہ بعض ایسے قوانین جاری فرماتا ہے جن کے نتیجہ میں رزق کو برمحل استعمال کیا جائے بعض جگہ سے روکا جائے، بعض جگہ پر جاری کیا جائے، بعض صورتوں میں اکٹھا کیا جائے۔ تو یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی ایسی ہیں جن کا تعلق قدیر سے ہے اور جب آپ ان صفات پر غور کرتے ہیں تو یہ لفظ قدیر سے نکل کر پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ جیسے ایک روشنی کے مرکز سے شعاعیں پھیلنے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ اور دیگر مضامین پر حاوی ہو جاتی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قدیر کا ایک سورج چمکا ہے جس کی شعاعیں سارے جگ کو بھر رہی ہیں ہر طرف پھیل کر۔ خدا تعالیٰ کی دیگر صفات کے ساتھ بھی لفظ قدیر کا ایک تعلق قائم ہونے لگتا ہے۔

قَدَرَ کا ایک معنی پہچاننے کے بھی ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے بندے کی قدر کی تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خوب اچھی طرح پہچانتا ہے اور اس کی صفات سے خوب اچھی طرح واقف ہے، اس کے نتیجہ میں اس کے ساتھ ہمیشہ صحیح سلوک فرمائے گا۔ لاعلمی کے نتیجہ میں وہ کوئی غلط سلوک نہیں کرسکتا۔ اس کا علم کے ساتھ بھی ایک تعلق ہے اسی لئے قرآن کریم میں بسا اوقات علیم اور قدیر صفات کو جوڑ کر بیان فرمایا گیا ہے۔ تو قَــــدَرَ کے معنی ہیں پہچان لینا، معرفت حاصل کر لینا۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام:۹۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خدا کی قدر نہیں کی، خدا کی قدر کن معنوں میں؟ اس کی عظمت کو نہیں پہچانا۔

ایک دفعہ ایک یہودی عالم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے علم کا زعم لیکر اس نے ایک ایسی چیز اپنی طرف سے آنحضرت ﷺ کے سامنے بیان کی جسے وہ سمجھتا تھا کہ گویا نعوذ باللہ اس کے علم کا رعب پڑ جائے گا اور بات وہ بیان کی جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی تھی۔ اس نے یہ بیان کیا کہ ہم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک انگلی پر آسمان ہے، ایک انگلی پر زمین ہے، ایک انگلی پر دوسری بعض مخلوقات ہیں۔ اس طرح چند انگلیاں اس نے گنوائیں اور کہا کہ اس پر یہ چیز ہے۔ اس پر وہ چیز ہے اور اس پر وہ چیز ہے، آنحضرت ﷺ اس پر اتنا مسکرائے کہ راوی بیان کرتا ہے کہ آپؐ کے دانت نظر آنے شروع ہو گئے اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ان لوگوں نے اللہ کی معرفت کو پہچانا نہیں (صحیح بخاری تفسیر القرآن حدیث نمبر:۴۴۳۷)۔ یہ عجیب بات ہے کہ راوی جو بیان کرتے ہیں اس روایت کو اور بعض احادیث کے علماء بالکل برعکس نتیجہ نکالتے ہیں اس سے۔ وہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ مسکرائے اس وجہ سے کہ آپؐ نے تائید فرمائی کہ ہاں ہاں تو نے بہت ہی معرفت کا نکتہ بتایا ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی۔ حالانکہ یہ آیت خود بتا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اس بیچارے کی نادانی اور لاعلمی پر مسکرائے ان معنوں میں کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ خدا ہے کیا چیز؟ وہ مجھ سے سیکھو، مجھے کیا بتانے آئے ہو۔ جس کی ذات میں سرتاپا خدا نہاں ہو چکا ہے اس کو یہ بتانے آئے ہو کہ خدا کیا ہے اور ایسی اس کی صفات دنیا میں جلوہ گر ہو رہی ہیں۔ تو تحقیر کا مسکرانا نہیں تھا وہ، نہ تائید کا تھا بلکہ معرفت الٰہی کے نتیجہ میں ایک بے اختیار مسکراہٹ تھی۔ جس پر کوئی انسان اپنے اختیار سے قابو ہی نہیں پا سکتا اور

پھر یہ آیت پڑھ دی مَاقَدَرُوااللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ افسوس! ان لوگوں کو خدا کی قدر نہیں ہے خدا ہے کیا چیز؟ ان ظاہری بیانوں میں الجھے ہوئے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

عَلَّمَهٗ، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خدا تعالیٰ کی صفت قدیر کا صفت علیم سے بڑا گہرا تعلق ہے تو قدر الله کا مطلب ہے عَلَّمه یعنی ایک معنی اسکے یہ ہیں کہ کسی چیز کو سکھایا۔ ان معنوں میں کہ اس کی معرفت بیان کی ان معنوں میں کہ ایک چیز کو سمجھ گئے اس کی قدر کی اور صرف اپنے تک نہیں پھر رکھا پھر وہ آگے دوسروں کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم بیان کرنے کے لئے بھی قدر الله کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ عَظَّمه یعنی خدا کو صرف پہچانا ہی نہیں بلکہ پہچان کر اس کے گیت گائے اس کی بلندی بیان کی اور دوسروں کو بھی اس اس سے متعارف کروایا۔ ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کی قدر ہمارے لئے یہ ہوگی کہ ہم بکثرت خدا تعالیٰ کی تعظیم کریں اور اس کی عظمت کو دوسروں کے سامنے بیان کریں ان معنوں میں قدیر صفت کے ساتھ ہمارا ایک گہرا رابطہ ہوتا چلا جائے گا۔

قَدَرَعَلَيْهِ قوِیَ عَلَيْه کسی چیز کو کرنے پر پوری طاقت اور مقدرت۔ انہی معنوں میں اردو میں لفظ مقدرت کا استعمال ہوتا ہے اور جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے قدیر کا ترجمہ ہمیشہ یہ کیا جاتا ہے خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ تو یہاں قدیر اور قادر میں تو اگر چہ فرق تو ہے لیکن اپنی زبان کی مجبوری کی وجہ سے ہم اور ترجمہ کر نہیں سکتے۔ ورنہ صفت قدیر قادر کی نسبت زیادہ وسیع ہے اور بہت ازلیت اس میں پائی جاتی ہے، اس کے اندر ایک زمانے سے بالا ہونا داخل ہے اس کے معنوں میں، ایسی ذات جو ہر وقت ہمہ وقت قدیر ہو، صاحب قدرت ہو اسکو قدیر کہا جاتا ہے اور قادر کہتے ہیں جو کسی ایک وقت میں اپنی قدرت کا نمونہ دکھائے۔ قرآن کریم نے مختلف بیانات میں یہ فرق نمایاں کر کے ہمیں دکھایا ہے مگر اس کا موقع بعد میں آئے گا تو میں آپکے سامنے رکھوں گا۔ بہر حال قَدَر عَلَيْه کا ایک مطلب ہے قوِیَ عَلَيْه کسی چیز پر قدرت پانا، اسے کرنے کا اختیار رکھنا لیکن یہ معنی بہت سے وساوس کو پیدا کرنے کا بھی موجب بن گیا اور اس لحاظ سے میں اس کی کچھ مزید تشریح کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ مضمون بہتر ہوگا کہ بعض اور باتوں کے بیان کے بعد بیان کیا جائے کیونکہ اس کا تعلق لفظ قدیر کے بعض اور معانی سے بھی ہے۔

قَدَرَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ ایک چیز کا دوسری چیز پر قیاس کیا اور اس کے مطابق بنایا۔

تو قدیر کہتے ہیں ایسی ذات کو جو پہلے ایک ماڈل بنائے اور اس ماڈل کے مطابق پھر دوسری چیزیں بنانی شروع کردے۔ایک چیز کو ملحوظ رکھے اوراس کے مطابق پھراور چیزیں بنانی شروع کردے۔تو خدا تعالیٰ نے دنیا میں جتنی بھی زندگی کی شکلیں بنائی ہیں ان میں ان پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمیں دکھائی دیتی ہے کہ ماڈل پہلے تیار کیا جاتا ہے پھر اس ماڈل کے آگے اسی جیسے اور بننے شروع ہوجاتے ہیں اور یہ خدا کی صفت قدیر ہے جو اس نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اور جاری رکھے ہوئے ہے۔اگر خدا قدیر نہ ہوتا تو زندگی کے اپنی شکل میں آگے جاری ہونے کے کوئی امکان نہ ہوتے۔کیوں زندگی میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنی جیسی اور چیزیں پیدا کرسکتی ہے؟ یہ کوئی ذاتی صفت نہیں ہے۔یہ خدا تعالیٰ کی قدیریت کا مظہر ہے۔

پس مومنوں میں بھی خدا تعالیٰ کے قدیر ہونے کی یہ شان پائی جانی چاہئے کہ وہ ایک چیز پر اتفاقی پیدائش پر بس نہ کریں بلکہ سلسلے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔اپنی سوچوں میں ایک ایسا تغیر پیدا کردیں کہ گویا وہ خدا کی قدیریت کے مظہر بن کر صرف ایک چیز بنا کر راضی نہیں ہوں گے بلکہ نئے ڈیزائن دنیا کو دیں گے، نئے ماڈل دنیا کو دیں گے۔جس علم سے بھی ان کا تعلق ہے اس علم میں ایسی باتیں پیدا کریں گے جس سے نمونہ پکڑ کر اور آگے پھر چیزیں پھیلنی شروع ہوجائیں۔

قَدَرَ الشَّیْءَ کا ایک معنی ہے کسی چیز کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اس کا ایک وقت معین کیا۔اب اس سے دیکھیں کتنا حیرت انگیز اس صفت کا تمام تخلیق سے تعلق قائم ہو رہا ہے۔خدا تعالیٰ کی تخلیق کا جو بھی پہلو آپ سوچیں کسی نہ کسی رنگ میں اس سے اسکی صفت قدیری کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں ایک سبق ہے۔کوئی ایک چیز بھی خدا نے ایسی پیدا نہیں کی جس کے لئے وقت معین نہ کیا ہو۔اس لئے یہ خیال کہ ہر چیز دائمی ہے یا کوئی چیز دائمی ہے یہ بالکل جھوٹا اور باطل خیال ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز بھی دائمی نہیں ہے۔سوائے خدا کے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو وقت سے بالا ہو اور وقت ان معنوں میں کہ اس کے اندر جتنی بھی صفات پائی جاتی ہیں ان کا ایک معین وقت ہے ان کی جلوہ گری کا ایک معین وقت ہے اور کسی نہ کسی وقت آ کر ان میں اجتماعی طور پر یا رفتہ رفتہ ایک کے بعد دوسری میں کمی پیدا ہونی شروع ہوجاتی ہے اور بالآخر وہ انجام کو پہنچتی ہیں اور یہ انجام کو پہنچنا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے ایک معین طریق پر اس کی ذات میں وہ بات گویا کہ ایک کمپیوٹر کی

طرح داخل کر دی جاتی ہے کہ تمہارا یہ وقت معین ہے اس سے آگے تم نہیں بڑھ سکتے۔ ان معنوں میں خدا تعالیٰ قرآن کریم میں مختلف جگہ اپنی قدرت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔

پس یہ آج کل جو دنیا میں صنّاع قومیں ہیں انہوں نے بھی غیر اختیاری طور پر غیر شعوری طور پر، لمبے تجربے کی بناء پر خدا کی بعض صفات سے استفادہ کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ صفات باری تعالیٰ دنیا میں ہر جگہ جلوہ گر ہیں اس لئے ضروری نہیں ہے کہ کلام کے ذریعہ وہ صفات کسی کو بیان کی جائیں تو وہ انہیں سمجھنے لگے گا بلکہ جس رستے پر بھی آپ قدم اٹھائیں گے وہاں خدا کی صفات آپ کو نظر آنی شروع ہو جائیں گی اور اگر گہری نظر سے آپ سفر کریں گے تو آپ کو دائیں بائیں اوپر نیچے ہر جگہ خدا کی کچھ صفات کی معرفت بھی حاصل ہونی شروع ہو جائے گی۔ اب جو ایسی قومیں جنہوں نے صنّاعی میں ترقی کی ہے اور بعض علوم میں ترقی کی ہے وہ یہ بات پہچان گئے ہیں کہ جب بھی کوئی چیز بنائی جاتی ہے اس کی عمر معین کرنا صرف ضروری نہیں بلکہ بتانا بھی چاہئے کہ کتنی عمر اس کی مقدر ہے۔ چنانچہ یہ لوگ جب پل بھی بناتے ہیں تو اس کی بھی عمر لکھ دیتے ہیں۔ کوئی کیمرہ بناتے ہیں تو اس کی گارنٹی پر بھی عمر ہوتی ہے، اس کے علاوہ بھی تخمینہ ہوتا ہے کہ کب تک یہ جاری رہ سکتا ہے یا چل سکے گا۔ اور جو لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں بدقسمتی سے وہی لوگ ہیں جن کے سامنے بیان کی گئی تھیں یعنی قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے کھول کر یہ مضمون مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا کہ خدا تعالیٰ قدیر ہے۔ وہ جو چیز بھی پیدا کرتا ہے اس کے لئے ایک وقت معین کرتا ہے اس لئے تم بھی اپنی صناعی میں خدا کی قدرت کے یہ رنگ اختیار کرو اور ہر چیز جو بناؤ اس کو علم کے زور سے بناؤ حکمت کے ساتھ بناؤ اور فیصلہ کرو کہ کس وقت تک اس چیز نے کام میں آنا ہے اور کس وقت تک یہ کام دے سکتی ہے۔ اس پہلو سے بھی جماعت احمدیہ کو اپنے ہر پہلو میں قدیر بننا چاہئے، اپنی ہر زندگی کے پروگرام کو معین کرنا چاہئے اور وقت مقرر کرنا چاہئے اس کا۔

قَدَّرَهُ عَلَى الشَّيْءِ جَعَلَهُ قَادِراً .قَدَّرَ کا معنی ایک یہ بھی ہے جب بابِ تفعیل میں اسکو ڈھالا جائے قَدَّرَ یُقَدِّرُ تَقْدِیْراً تو اس کا معنی ہے کہ کسی کام کرنے پر قادر بنا دیا۔ قَدَّرَ فُلَانٌ رَوَّى وَفَكَّرَ فِي تَصْفِيَةِ اَمْرِهِ کہ اپنے معاملہ کو سدھارنے کے لئے گہرے سوچ بچار سے کام لیا۔ یہ دونوں مضمون ایسے ہیں جن پر قرآن کریم مختلف جگہوں پر روشنی ڈال رہا ہے۔ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ

(المدثر:۱۹) برے معنوں میں بھی بیان کیا ہے کہ فرعون کو دیکھو اس نے ایک اندازہ لگایا اور کام اپنی طرف سے سنوارنے کے لئے اس نے ایک گہری تدبیر کی فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ہلاک ہو۔ اس کی تو تدبیر بالکل الٹ گئی، بجائے فائدہ پہنچانے کے اس کے لئے نقصان کا موجب بن گئی۔ تو قَدَّرَ کا یہ معنی بھی ہے کہ صرف وقتی جذبات یا حالات سے متاثر ہو کر اچانک کوئی کام نہ کرے بلکہ پہلے سے سوچے تدبیر اختیار کرے ایک سکیم بنائے، اس کے بلیو پرنٹس تیار کرے، اس کے تمام پہلوؤں پر نظر کرے اور پہلے اپنے فکر میں اس کی پلاننگ مکمل کرلے اس کا منصوبہ بنالے پھر اس کو عمل میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔

اب یہ وہ پہلو ہے کہ اگر اس کو آپ اختیار کرلیں یعنی جماعت احمدیہ ایک امتیازی نشان کے طور پر اس پہلو کو اختیار کرلے تو دیکھیں آپ کا مقام کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے دنیا کے ہر شعبے میں، زندگی کے ہر شعبے میں اس عادت سے غیر معمولی فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے بہت سے انسان ایسے ہیں جو کام پہلے کرتے ہیں سوچتے بعد میں ہیں یا کام کرتے وقت سوچتے ہیں۔ جوں جوں مشکلات پیدا ہوں ساتھ ساتھ ان کا ذہن ان مشکلات کو حل کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور جن قوموں نے خدا کی صفت قدیری سے استفادہ کی کوشش کی ہے وہ نہ صرف یہ کہ بہت پہلے سوچتے ہیں بلکہ آئندہ آنے والے خطرات کے بارہ میں بھی حتی المقدور ایک تصور باندھتے ہیں اور ان خطرات کو دور کرنے کے لئے بھی ذہن میں ایک پلان مکمل کرتے، ایک منصوبہ بناتے ہیں اور پھر جو چیز بھی وہ تخلیق کرتے ہیں وہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہے وہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر تخلیق کرتے ہیں کہ فلاں وقت اتنی دیر تک چلنے کے بعد اس مشین میں یہ نقص پیدا ہو سکتا ہے اس کے نتیجہ میں یہ خطرات پیش آسکتے ہیں۔ ان خطرات کے ازالہ کے لئے ہمیں یہ یہ کرنا چاہئے۔ اس کے باوجود انسان پوری طرح قدیر نہیں بن سکتا کیونکہ اس کو تمام علم حاصل نہیں ہے اور قدیر کا علیم سے ایک گہرا تعلق ہے۔ جب تک علم مکمل نہ ہو قدرت مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے انسان تو اس میں ٹھوکر کھا جاتا ہے لیکن بہرحال جتنا جتنا وہ خدا کی صفت قدیری کے قریب بڑھتا ہے اتنا اتنا اس کی تخلیق، اس کی صنعت زیادہ حسین تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان جن کو یہ گُر سکھائے گئے قرآن کریم کی طرف سے وہ بالعموم اس سے کلیّۃً غافل ہیں نہ منصوبہ بناتے ہیں نہ یہ فکر کرتے ہیں کہ کیا کرنا ہے بلکہ ایک عجیب ظالمانہ تضاد پیش کررہے ہیں یعنی ایک وہ قوم تھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جن کو یہ

بتایا گیا کہ کل کی فکر نہ کرو جو وقت آئے گا ٹھیک دیکھا جائے گا اور ایک وہ قوم ہے جس کو قرآن کریم نے بار بار بتایا کہ کل کی فکر کرو وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۹) خبردار نگران رہو کہ کل تم آگے کیا بھیجنے والے ہو، اپنے مستقبل کے لئے کیا تیاری کر رہے ہو اور جس کو پھر خدا نے اپنی صفات کے بیان کے ذریعہ خوب اچھی طرح آگاہ کر دیا کہ ترقی کی راہیں کیا ہیں اور کس طرح ان پر قدم مارے جاتے ہیں۔ وہ ان صفات سے عاری ہو بیٹھے ہیں لوگ اور جن کو یہ نہیں بتایا گیا تھا انہوں نے ایک لمبا سفر خدا تعالیٰ کی عملی قدرت میں اختیار کیا یعنی خدا تعالیٰ نے جو قوانین قدرت اس مادی دنیا کے بنائے ہیں ان میں انہوں نے سفر اختیار کیا اور رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ کا عرفان غیر شعوری طور پر حاصل کرنا شروع کر دیا اور صفت قدیری کے بعض پہلو اختیار کے اور دنیا میں ترقی کی۔

القدر مبلغ الشیء کسی چیز کی حد اور انتہا **کون الشیء مساویا بغیرہ بلا زیادۃٍ** کہ ایک چیز کا بغیر کمی یا بیشی کے دوسری چیز کے برابر ہونا۔ **الطاقۃ** اور طاقت بھی اس کا معنی ہے۔ یہ بہت ہی عجیب مضمون ہے جو خدا تعالیٰ کی تخلیق میں ہمیں دکھائی دیتا ہے اس کی قدرت کے معنوں میں۔ قدرت کا ایک معنی یہ ہے کہ ہر چیز کو متوازن رکھنا۔ اگر ایک مثبت پہلو ہے تو اس کے برابر ایک منفی پہلو رکھنا یہاں تک کہ جب ترازو میں ان باتوں کو تولو تو دونوں پہلو بالکل مساوی ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت جب عملی تخلیق میں جلوہ گر ہوئی ہے تو حیرت انگیز طور پر اس کی قدیری کی شان ہر جگہ نظر آتی ہے۔ جو کچھ بھی اس نے پیدا کیا ہے اس کے اندر یہ توازن آپ کو ملتا ہے۔ ایک پول ہے دائیں کا اور ایک بائیں کا پول ہے۔ ایک مثبت قوت ہے ایک منفی قوت ہے اور ان سب کو اگر آپ اکٹھا کر دیں تو Sum Total زیرو ہو جائے گا، بظاہر صفر ہو جائے گا۔ یہ اتنا حیرت انگیز توازن ہے کہ اگر ساری کائنات کی تمام منفی چیزوں کو تمام مثبت چیزوں کے ساتھ مدغم کر دیں تو جواب صفر آئے گا، ہر چیز عدم ہو جائے گی اور یہ خدا کی قدیری کی شان ہے کہ اس نے عدم سے اس طرح تخلیق کی ہے کہ مثبت بھی پیدا کیا اور منفی بھی پیدا کیا اور دونوں مختلف پہلو اتنے متوازن پیدا کئے کہ آخری حساب کے نقطہ نگاہ سے ایک ذرہ کا بھی بظاہر فرق نہیں پڑ رہا۔ اس کے باوجود لامتناہی تخلیق کی صورتیں پیدا ہو گئیں۔ ایک بھی ہے

خدااور یہ سب کچھ بھی ہے۔ان سب سوالوں کا جواب آ گیا کہ:

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

اے خدا! تُو تو کہتا ہے کہ تیرے سوا اور ہے ہی کچھ نہیں تو پھر یہ کیا ہنگامہ ہے!

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں

یہ غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟

(دیوان غالبؔ صفحہ:۲۵۱۔۲۵۲)

یہ کیا دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں یہ حسن کی جلوہ گریاں، یہ ادائیں، یہ ناز، یہ مظالم کا سلسلہ، یہ حسن کے مختلف پہلو، یہ بدصورتیوں کے مختلف پہلو۔لیکن جب آپ خدا کی صفت قدیر پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا ایک گہرا تعلق توحید باری تعالیٰ سے بھی ہے اور قدرت کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز ایک دوسرے کے ساتھ متوازن ہو کر عدم اختیار کر جائے اگر خدا تعالیٰ یہ چاہے۔

ایک دفعہ ہمارے ایک احمدی بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی جو بہت دعا گو تھے اور جن کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ بڑی جلدی پایہ قبولیت میں جگہ بھی دیتا تھا اور بہت جلد جواب بھی دیتا تھا۔ان کے متعلق یہ واقعہ آتا ہے کہ وہ ایک دفعہ اسی الجھن میں مبتلا ہو گئے۔اے خدا! جب تیرے سوا ہے ہی کچھ نہیں تو یہ لاکھوں کروڑوں اربوں ان گنت شکلیں ہم کیا دیکھ رہے ہیں، میں کیا ہوں؟ تو کیا ہے؟ ما و تو کے جھگڑے کیا ہیں، یہ زمین یہ آسمان، یہ بیچ میں چیزیں پیدا ہونے والی ان گنت مخلوقات کی قسمیں۔مجھے تو اس کی سمجھ نہیں آتی۔پھر تیری وحدت کہاں گئی۔اسی سوچ میں مبتلا تھے کہ اچانک کشفی حالت طاری ہوئی اور کشفی حالت میں انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک بچے کی طرح ایک کلاس روم میں بیٹھے سبق حاصل کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایک استاد بن کر بلیک بورڈ، تختہ سیاہ پر چاک سے کچھ لکھ رہا ہے۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے یعنی تمثل کے طور پر ایک استاد کی شکل اختیار کر کے بلیک بورڈ پر ایک لکھا اور ان سے جو شاگرد بنے ہوئے بیٹھے تھے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا 1 اس پر خدا نے ایک طرف زیرو لکھا، صفر لکھا تو فرمایا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ جی صفر۔پھر اور صفر لکھے پھر اور صفر لکھے یہاں تک کہ بہت سے صفر لکھے۔پھر ایک صفر اٹھا کر اس 1 کے دائیں طرف

رکھ دیا اور کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ 10 (دس) پھر ایک اور صفر اٹھایا اور اس کے آگے دائیں طرف رکھ دیا پھر خدا نے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا جی 100 ۔غرضیکہ وہ ہندسے بڑھنے شروع ہوئے یہاں تک کہ گنتی ختم ہوگئی اور پھر یہ کشفی حالت بھی جاتی رہی۔تو سبق یہ دینا مقصود تھا کہ جو کچھ بھی ہے خدا کی ذات سے طاقت حاصل کر کے ہے،اس کے منشاء اور ارادے کے مطابق ہے اور اسی سے صفر قوت پکڑتے ہیں اور تعداد اختیار کرتے ہیں اور اگر اس 1 کے ساتھ ان صفروں کا رشتہ نہ باندھا جائے اور صحیح سمت میں نہ باندھا جائے تو ان کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔

تو صفت قدیر بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ تخلیق کا خدا تعالیٰ کی قدرت کی شان کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے یعنی قدر کے یہ معنی کہ متناسب اور متوازن کرنا یہاں تک کہ دونوں پہلو سوفی صدی برابر ہو جائیں۔یہ صفت خدا کی ہر تخلیق میں آپ جلوہ گر دیکھیں گے اور احمدیوں کے لئے بھی اس میں گہرے سبق ہیں۔آپ کو خدا تعالیٰ تخلیق کے نئے نکتے سمجھا رہا ہے، نئے عرفان عطا فرما رہا ہے۔ اپنی ذات میں پہلے توازن پیدا کریں اگر آپ خدا کے قدیر بندے بننا چاہتے ہیں۔اپنی ذات کو متوازن بنائیں کیونکہ متوازن ہوئے بغیر نشوونما نہیں ہوسکتی۔

نشوونما تخلیق کا ایک دوسرا پہلو ہے ابتداء جب تخلیق کی ہو جاتی ہے تو پھر اعادہ ہوتا ہے تخلیق کا اور تخلیق کے ہر اعادہ کے وقت خدا کی قدرت کا یہ پہلو جلوہ گر ہو جاتا ہے کہ ایک توازن کی حالت قائم کی جاتی ہے جس سے پھر نئی نشوونما پیدا ہوتی ہے۔مثلاً آپ گندم کا کھیت اگانے کی کوشش کریں، دانوں کا چھٹا دیں گے تو روئیدگی تو پیدا ہو جائے گی لیکن اگر اس کھیت کے اندر توازن نہیں ہے تو یا تو آپ کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا یا آپ کی بیشتر محنت ضائع چلی جائے گی یا کم سے کم جو حدِ امکان تک آپ فائدہ اٹھا سکتے تھے اپنی محنت کا وہ نہیں اٹھا سکیں گے۔مثلاً اگر زمین متوازن نہیں ہے تو اس سے زمیندار جانتا ہے کہ کتنا بڑا اس کی فصل کے پھل پر اثر پڑتا ہے۔اگر پانی متوازن نہیں دیا گیا یعنی خشکی اور تری کا جو توازن ہے وہ صحیح قائم نہیں رکھا گیا تو اس سے بھی بعض دفعہ ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔کسی وقت میں زیادہ پانی دے دیں اور کسی وقت میں خشکی زیادہ دے دیں تب بھی نقصان۔خشکی نہ پیدا کریں تب بھی نقصان تری پیدا نہ کریں تب بھی نقصان۔توازن ہے جس کے نتیجہ میں کھیت بڑھتے ہیں۔کھاد بڑی اچھی چیز ہے۔ طاقتور چیز ہے لیکن کھاد میں جہاں توازن

بگڑے۔ وہاں کھیت خود بولتا ہے، شکایت کرتا ہے ۔ میں زمیندار عملاً رہا ہوں بڑا لمبا عرصہ مجھے پتہ ہے، میں تو پھرتا تھا تو کھیتوں کی شکایت سنتا تھا، دیکھتا تھا کہیں زیادہ کھاد سے اتنا زیادہ نشوونما ہوئی کہ وہ فصل نشوونما کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ختم ہوگئی۔ ہواؤں سے گرگئی۔ یا ویسے ہی Vegetative Growth یعنی اس کی سبزی کی نشوونما زیادہ ہوگئی، پھل کے قابل نہ رہی اور جہاں کم تھی وہاں چہرے کی زردی بولتی تھی کہ ہمیں کم طاقت دی گئی ہے۔

تو صفت قدیری میں یہ جو توازن کی شان ہے اس میں بہت گہرے سبق ہیں ہمارے لئے۔ ہم اپنی ذات میں توازن پیدا کریں اور پھر اس توازن کو اپنی تخلیقات میں جاری کریں تو عظیم الشان ترقی کی راہیں جماعت احمدیہ کے لئے کھل سکتی ہیں۔

الـقَـدَرُ ۔اَلْـقَـدْرُ کے مقابلہ پر لفظ ہے اَلْـقَـدَر (دال کی زبر کے ساتھ) جس کا معنی ہے مَـا یُـقَـدّ ر اللّٰہُ مِن قَضَآءٍ وہ قضاء جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے۔عَـرّفَـهُ بَـعْضُـهُـمْ بِاَنَّهُ تَألف الارَادة بالاشياء فِیْ اَوْقَاتِهَا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اشیاء کا اپنے اوقات پر وقوع پذیر ہونا یہ قدر ہے۔تو یہ ایک اور پہلو بھی ہے جو بہت اہم ہے خدا تعالیٰ کی صفت قدیری کو سمجھنے کے لئے کہ جو چیزیں بھی رونما ہوتی ہیں وہ سب اپنے وقت پر رونما ہوتی ہیں۔یعنی ہر چیز کے رونما ہونے کے لئے ایک وقت معین اور مقدر ہے ۔مثلاً جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دانت نہیں ہوتے لیکن چونکہ وہ خدا کی قدرت سے پیدا ہوا ہے اس لئے ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ وہ چیز جس کی اس کو آئندہ ضرورت پیش آنے والی ہے عین اس وقت پیدا ہوگی جب اس کو ضرورت پیش آئے گی۔بعض اور صفات سے بظاہر وہ عاری نظر آتا ہے اس میں نہ اُنـا ثًا والی بات ہے نہ ذُکرانَ والی بات ہے۔نہ اس میں نر کی صفات ہیں نہ مادہ کی صفات ہیں لیکن ہر انسان جانتا ہے کہ چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا ہے اس لئے تقدیر کے معنی یہ ہیں کہ اب وقت مقررہ پر کچھ اور چیزیں ظاہر ہوں گی داڑھی نہیں ہے تو وہ داڑھی بھی ظاہر ہوگی۔اور بہت سی صفات ہیں جو رفتہ رفتہ ترقی کریں گی۔تو جب دانت کی طلب پیدا ہوتی ہے، جب دانت کا اقتضاء پیدا ہوتا ہے تو دانت اگنے شروع ہوجاتے ہیں اور جب ان دانتوں کے جھڑنے کا اقتضاء پیدا ہوتا ہے تو وہ دانت جھڑنے لگ جاتے ہیں اور جب ان کی جگہ بہتر اور نسبتاً لمبے رہنے والے دانتوں کا وقت آتا ہے تو پھر وہ ساتھ اُگنے

بھی شروع ہو جاتے ہیں اور جتنی دیر تک ان کے لئے اگنے کی ضرورت ہے ، جتنا لمبا ہونے کی ضرورت ہے اس وقت تک وہ حکم نافذ العمل رہتا ہے کہ بڑھو اور پیدا ہو اور جس وقت وہ ایک حد مقررہ تک پہنچ جاتے ہیں تو خدا کی دوسری تقدیر جو کم کرنے والی تقدیر بھی ہے (قَــدرَ کا ایک معنی ہے کم کرنا قَـدَرَ عَـلَيْـهِ رِزْقَـهٗ رزق کم کر دیا)۔ تو خدا کی یہی قدرت کسی نئی صفت کی ضرورت پیش نہیں آتی ، اسی قدرت کا دوسرا پہلو جلوہ گر ہو جاتا ہے اور وہاں قدیر کے معنی یہ ہیں کہ اب اس کو کم کرو۔ چنانچہ دانت کی Growth بڑھتے بڑھتے ایک مقام پر جا کر رک جاتی ہے اور رُکنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کم ہو جاتی ہے ورنہ روزانہ گھسائی پٹائی اتنی زیادہ ہوتی ہے ہمارے اعضاء کی کہ اگر نشوونما بھی ساتھ جاری نہ رہے تو ہم تو چند دنوں میں گھس پٹ کر ختم ہو جائیں۔ کہتے ہیں ایک انسان سات سال میں بالکل نیا جسم اختیار کر لیتا ہے کیونکہ سات سال کے اندر جتنا بھی وہ اپنے آپ کو استعمال کرتا ہے عملاً اس کا پہلا وجود سارا ہی غائب ہو چکا ہوتا ہے۔

تو خدا تعالیٰ کی قدرت کے دونوں پہلو بیک وقت جلوہ گر ہیں قدیر بمعنی نشوونما پیدا کرنے والے کے بھی اور قدیر بمعنی کم کرنے والے کے بھی اور پھر توازن پیدا کرنے والے کا معنی بھی عمل پیرا ہے ، پھر وقت معین کرنے والے کا معنی بھی عمل پیرا ہے ، پھر وقت معینہ پر نئی چیزوں کا ظہور پذیر ہونا یہ معنی بھی عمل پیرا ہے اور انسان غفلت کی حالت میں زندگی گزار دیتا ہے اور سوچتا ہی نہیں کہ خدا کی صرف ایک صفت کا ہی اگر وہ احسان ادا کرنے کی کوشش کرے تو ساری عمر سوچوں میں گزار دے ، ساری عمر تحقیق میں گزار دے یا دوسروں کی تحقیق سے استفادہ کی کوشش کرے تب بھی وہ ایک صفت الٰہی باری تعالیٰ کے سمندر کو طے نہیں کر سکتا۔

کیوں بچہ بڑھتا ہے اور ایک وقت پر جا کر وہ بڑھنا بند کر دیتا ہے۔ کیا یہ اتفاقی حادثات ہیں؟ کیوں خون کے سیل Duplicate ہوتے ہیں بڑھتے ہیں اور اس کے بعد پھر رک جاتے ہیں بڑھنا بظاہر اور صرف اتنا بڑھتے ہیں کہ جتنا خون کے توازن کو برقرار رکھ سکیں۔ قد صرف اتنا بڑھتا ہے جتنا گھسائی پٹائی کے مقابل پر اس کو برابر رکھنے کی ضرورت ہے ۔ یہ سارے خدا تعالیٰ کی صفت تقدیری کے منظر ہیں جو عملاً ہر تخلیق کے مناظر میں نظر آتے ہیں۔ اور عملاً ان میں سے اکثر سے ہم اندھے رہتے ہیں یعنی دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہے ہوتے ۔ دیکھتے ہوئے بھی خدا کی طرف ان

صفات کو منسوب نہیں کر رہے ہوتے اور ایسی غفلت کی حالت میں زندگی گزار دیتے ہیں جیسے کولہو پر بیٹھا ہوا انسان بالآخر اس کی آواز کو سننا بند کر دیتا ہے۔ اگر کولہو پر بیٹھا ہوا انسان کولہو چل رہا ہو جو لوگ اس پر بیٹھتے ہیں ان کو نیند آ جائے تو آواز بند ہونے پر ان کی آنکھ کھلتی ہے۔ یعنی بظاہر عام حالات سے بالکل الٹ بات ہے کیونکہ ایک خاص قسم کے شور کے وہ عادی ہو گئے ہیں وہ شور ہو تو وہ غفلت کی حالت میں چلے جاتے ہیں وہ شور نہ ہو تو وہ بیدار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ صفات باری تعالیٰ جب اپنا جلوہ روکتی ہیں تو تب آنکھیں کھلتی ہیں انسان کی ایک زمیندار ایک فصل کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھ رہا ہے کہ کتنی عظیم الشان فصل ہے اور محسوس ہی نہیں کر رہا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے جلوے اس میں ہیں، خدا تعالیٰ کی قدرت کی شان اس میں نمایاں ہو رہی ہے، جلوہ دکھا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی اور بہت سی صفات ہیں جو جلوہ دکھا رہی ہیں لیکن اچانک خدا تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کا سایہ ایک لمحہ کے لئے اٹھتا ہے اس فصل سے اور ژالہ باری کا وہ شکار ہو کر ایک دم ختم ہو جاتی ہے، کچھ بھی اس کا باقی نہیں رہتا تو سارا سال یا نصف سال کم سے کم خدا تعالیٰ کی جن صفات کو محسوس کرنے سے غافل رہا تھا جب ایک لمحہ کے لئے ان صفات نے جلوہ دکھانا چھوڑا تو اس کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگئی اور وہ بھی ہر ایک کی نہیں۔ جو خدا سے ڈرنے والے لوگ ہیں وہ بیدار ہو جاتے ہیں ایسے موقعوں پر اور وہ سمجھتے ہیں کہ دراصل سب کچھ اللہ کے فضل کے ساتھ جاری ہے۔

یہ مضمون خود بھی خدا تعالیٰ قرآن کریم کی دوسری آیات میں بہت کھول کر بیان کرتا ہے یہاں تک کہ ہمارے آگے، ہمارے پیچھے خدا تعالیٰ کی حفاظت کرنے والے، قانون جاری کرنے کے لئے فرشتے موجود ہیں اور ایک لمحہ بھی ہم اگر خدا کی حفاظت سے باہر ہو جائیں تو ہمارے لئے فوری ہلاکت ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی ہم بچ نہیں سکتے اس کے بغیر۔ تو صفت قدیر نے یہ سارے جلوے دکھا رکھے ہیں لیکن افسوس کہ ہم اکثر غفلت کی حالت میں گزر جاتے ہیں زندگی گزار دیتے ہیں اور جن نشانوں سے اپنے رب تک پہنچ سکتے تھے ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

میرا خیال ہے اب وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میں اس کو اب اسکے بعد ختم کرتا ہوں۔ خدا کرے دو خطبوں میں یہ مضمون حل ہو جائے لیکن دو نہیں تو تین میں ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے پیار اور محبت کا ذکر ہے مزہ ہی آتا ہے بہر حال یعنی خدا کی

ایک صفت کو بیان کرنے میں اگر ہم دیر لگادیں تو اس میں حرج کیا ہے۔ صرف یہ جلدی ہوتی ہے کہ جلدی مضمون بیان ہوں تاکہ بعض دوسرے مضامین جن کی ضرورت پیش آتی ہے وہ روک نہ بیچ میں بن جائیں جس کو پنجابی میں کہتے ہیں ''ڈیک ٹوٹنا'' کہ ڈیک نہ ٹوٹ جائے۔ اس لئے میں کوشش کرتا ہوں کہ جلدی جلدی بعض صفات کا بیان جہاں تک ممکن ہے مکمل کرلوں۔ بہرحال چونکہ اب وقت زیادہ ہوگیا ہے اس لئے مجھے اس مضمون اب کو ختم کرنا پڑے گا صرف اس حصے کو جس کو میں نے چھیڑا ہے بیان کرتا ہوں۔

اَلْقَدَرُ وَ التَقْدِیْرُ تَبْیِیْنُ کَمِیّۃِ الشیءِ کسی چیز کی کمیت کی وضاحت تَقْدِیْرُ اللّٰہِ الْاَ شْیَآءَ عَلیٰ وَجْھَیْنِ اللہ کی تقدیر ان معنوں میں دو طرح سے ظاہر ہوتی ہے۔

اَحَدُھما بِعَطَاءِ القُدْرَۃِ وَ الثَّانِیِ بِاَنْ یَّجْعَلَھَا عَلٰی مِقْدَارٍ مَخْصُوْصٍ وَجْہٍ مَخْصُوْصٍ حَسْبَ مُقْتَضَۃِ الْحِکْمَۃُ

یعنی کام کرنے کی قدرت دے کر بھی اللہ تعالیٰ اپنی صفت القدر و التقدیر کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ دوسرں میں بھی کام پیدا کرنے کی قدرت پیدا کرتا ہے اور اس پہلو سے بھی کہ حکمت کے تقاضا کے مطابق اشیاء کو مخصوص اندازے اور مخصوص طرز پر بناتا ہے یعنی جو کچھ بھی وہ کرتا ہے حکمت کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کے کرتا ہے اور اس کے ہر فعل کے ہر پہلو میں حکمت کارفرما دکھائی دے گی۔ یہ مضمون الگ ہے کہ حکیم کیا ہے وہ تو اس صفت حکیم کے وقت میں انشاء اللہ تفصیل سے بیان کروں گا۔ یہاں جو اس کا پہلے حصہ ہے اس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کام پر صرف قدرت پانا ہی انسان کو قدیر نہیں بنادیتا بلکہ اس قدرت کو دوسروں میں پیدا کرنے کی اہلیت بھی صفت قدیری کا حصہ ہے۔

پس جماعت احمدیہ کو اپنی صفات کو دوسروں میں جاری کرنے کی اہلیت بھی اختیار کرنی چاہئے۔ اپنی صفات حسنہ کو اپنے بچوں میں اپنے اہل وعیال کے علاوہ اپنے دوستوں میں بھی جاری کرنے کی قدرت حاصل ہونی چاہئے اور اپنے ماحول اپنے گردوپیش میں بھی ان صفات کو جاری کرنے کی قدرت حاصل ہونی چاہئے۔ تب آپ صحیح معنوں خدا تعالیٰ کی صفت قدیری کی طرف روانہ ہوجائیں گے۔

میں جب کہتا ہوں روانہ ہوجائیں گے تو مراد ہے فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ کے حکم پر عمل

پیدا ہونے کے لئے چند قدم آپ ضرور اٹھالیں گے اس سمت میں۔ ورنہ یہ آیت آپ روز سنتے رہیں گے یا پڑھتے رہیں گے یا درسوں میں اس پر غور کریں گے مگر حقیقی معنوں میں یہ آیت آپ کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ پس فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ میں ایک جلدی کا پہلو پایا جاتا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ خدا کی باقی تمام صفات تو الگ رہیں اس کی ایک صفت کے سارے تقاضے پورا کرنا ہی بہت بڑا کام ہے۔ تمہاری زندگیاں تھوڑی ہیں، تمہارا عرصہ حیات چھوٹا سا ہے، تم کیا کیا کرو گے اور کیا کیا اختیار کرو گے۔ خدا کے فضل کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکے گا مگر جلدی کرو۔ افراتفری کی وجہ سے گھبراہٹ میں دوڑو اس کی طرف کیونکہ وقت بہت تھوڑا ہے اور کام بہت زیادہ ہے۔ اگرچہ تقاضے بالآخر سو فی صدی تو پورے ہو ہی نہیں ہو سکتے مگر جب آپ کسی بچے کو کہتے ہیں کہ دوڑو تو جب وہ دوڑنا شروع کرتا ہے تو اس وقت عملاً وہ تقاضے پورے بھی کر دیتا ہے خواہ وہ اس حد تک نہ بھی دوڑ سکے جس حد تک اس کو دوڑنے کا حکم ملا ہے۔ ایک کمزور بھی دوڑ پڑتا ہے، حکم پر اور ایک بوڑھا بھی دوڑ پڑتا ہے، ایک بیمار بھی دوڑ پڑتا ہے، ایک جوان بھی دوڑ پڑتا ہے ایک صحت مند بھی دوڑ پڑتا ہے۔ حکم سن کر عمل شروع کر دینا ہی دراصل ایک معنی میں حکم کی تکمیل ہے۔ اس کے بعد ضروری تو نہیں کہ سارے دوڑنے والے منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ جو رستے میں بھی گر جاتے ہیں وہ بھی حکم کو پورا کرنے والے ہیں۔

اس لئے فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کا ایک یہ بھی معنی ہے اس میں جہاں ایک گھبراہٹ کا پہلو بھی ہے کہ اوہو دیر ہو رہی ہے جلدی کرو۔ وہاں ایک خوشخبری کا پہلو بھی مضمر ہے کہ تمہارا کام صرف دوڑنا ہے۔ تم دوڑنا شروع کر دو تو میرے حکم کی تعمیل اسی وقت شروع ہو جائے گی۔ آگے منزل تک پہنچانا یہ تمہارے بس کی بات ہی نہیں ہے، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۷۰) اس کے لئے ایک اور قانون جاری ہے کہ تم خدا کی راہ میں جہاد شروع کر و تم جدوجہد شروع کر دو لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا پھر ان رستوں پر جن پر تم دوڑو گے ان پر ہدایت تک پہنچانا، منزل مراد تک پہنچانا یہ پھر ہمارا کام ہے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جس حالت میں بھی تمہیں دوڑتے ہوئے اٹھائیں گے وہی حالت تمہارے لئے فلاح اور کامیابی کی حالت قرار دی جائے گی۔

یہاں تک کہ یہ مضمون اتنا عظیم الشان ہے کہ خدا کی صفت غُــفُـران میں میں نے بیان کیا تھا کہ ایک شخص جو ساری عمر گناہ کرتا رہا وہ بالآخر ایک ایسی بستی کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کی جانے کی نیت صرف یہ تھی کہ نیک لوگ ہیں ان کی صحبت میں بیٹھ کر میرے گناہ جھڑ جائیں گے اور مجھے نیکی کی توفیق ملے گی۔ ابھی آدھا سفر طے کیا تھا تقریباً کہ اس کو رستے میں موت آگئی۔ آنحضرت ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ اس حالت میں اس نے جان دی کہ گھٹنوں اور کہنیوں کے بل گھسٹ رہا تھا کہ کاش مرتے وقت میں اس شہر کے اور قریب ہو چکا ہوں۔ ایسی حالت میں اس نے جان دی اور فرشتوں نے خدا کے حضور یہ سوال اٹھا دیا کہ اس کو جہنم میں پھینکا جائے یا جنت میں پھینکا جائے ساری عمر یہ گناہ کرتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو! آخری حرکت اس کی کیا تھی۔ یہ تو نیک بننے کے لئے ایک سفر اختیار کر چکا تھا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کی آیت کے تابع آ چکا تھا۔ اس کی فرمانروائی میں داخل ہو چکا تھا کیسے تم اس کو جہنم میں ڈالو گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان جھگڑنے والے فرشتوں کو جو عذاب اور رحمت کے فرشتے آپس میں تفسیری رنگ میں جھگڑا کر رہے تھے کہ اچھا تم جھگڑا اس طرح طے کر لو کہ فاصلہ ناپو۔ اگر اس بری بستی سے وہ قریب تر مرا ہے۔ جہاں گندے لوگ تھے جہاں کہ وہ جرائم کیا کرتا تھا تو بے شک اس کو جہنم میں ڈال دو لیکن اگر وہ ان نیکوں کی بستی کے زیادہ قریب ہے جن نیکوں کی بستی کی طرف وہ ہجرت اختیار کر رہا تھا تو پھر جہنم اس پر حرام ہے اس کو جنت میں ڈالنا۔ اور آنحضرت ﷺ بڑے ہی پیار کے ساتھ اپنے رب کی حمد کے گیت اس طرح گاتے ہیں فرماتے ہیں کہ جب فرشتوں نے وہ فاصلہ ناپنا شروع کیا تو بدی والی زمین کو خدا نے حکم دیا کہ وہ پھیلنا شروع ہو اور اس کا فاصلہ بڑھنے لگے اور نیکی والی بستی کی طرف کی زمین کو حکم دیا کہ وہ سکڑنے لگے اور خدا کے اس بندہ کو اپنے قریب تر کر لے (مسلم کتاب التوبہ حدیث نمبر:۴۹۶۸)۔ پس رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:۱۵۷) کا ایک عجیب منظر سامنے آیا کہ وہ شخص جو ساری عمر بدیوں میں مبتلا تھا اس کا انجام خدا تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے تابع اسی وجہ سے ہوا کہ وہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کے حکم پر عمل پیرا ہو چکا تھا۔

پس فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کا جہاں یہ مطلب ہے کہ جلدی کرو تمہاری زندگی کا اعتبار کوئی نہیں۔ خدا کی کس کس صفت کو اپناؤ گے اور کس حد تک تمہیں ان صفات میں سفر کرنے اور سیر کرنے کی

توفیق نصیب ہوگی، وہاں ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی ہے کہ گھبرا کر ہمت نہ ہار بیٹھنا کہ کام ہماری طاقت سے بڑھ کر ہے۔ یہ ایک عجیب قانون ہے جو اس دنیا میں جاری ہے، تم فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کے حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ پہلا قدم اٹھا کر بھی اگر تم مرو گے تب بھی خدا تمہیں فلاح پانے والوں میں لکھ لے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رنگ میں صفات باری تعالیٰ میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سے بھی اسی طرح مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے جس طرح اس گناہ گار بندہ سے سلوک فرمایا تھا جس کی اطلاع ہمیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اصدق الصادقین نے دی ہے۔ آمین۔